”سرچشمہ ازلی شعر امام“

(بنظر رباعی)

رباعیات کی روشنی میں

ڈاکٹر عراق رضا زیدی

پروردگار نے کلام پاک میں ایک سورہ شاعروں کے لئے نازل فرمایا ہے جس کا نام ہی الشعراء ہے۔ ۲۲۷ آیتوں پر مشتمل اس سورہ کی ۲۲۳ آیتوں میں ان پیغمبروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کے دور میں کسی نہ کسی طرح کا عذاب نازل ہوا ہے۔ اور ۲۲۴ سے ۲۲۷ تک ۴ آیتوں میں دو طرح کے شاعروں کی بات کی گئی ہے۔

"وَالشُّعراء یتّبعهم الغاوٗن۔۲۲۴۔ الم ترانّهم فی کلّ وادیهیمون۔۲۲۵۔ وانّهم یقولون مالا یفعلون۔۲۲۶۔آلاالذین اٰمنوا وعملوا الصّلحت وذکرو اللّٰه کثیرا والنتصروا من بعد ماظلموا وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔۲۲۷۔

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے یہ لوگ جنگل جنگل سرگرداں اور مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کبھی کرتے نہیں مگر (ہاں) جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیۓ اور کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاچکا اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انھیں عنقریب ہی معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹاۓ جائیں گے۔ ۱۹۔۲۶

مندرجہ بالا چار آیتوں میں سے تین آیتیں گمراہ اور گمراہ کرنے والے شاعروں کے

لئے ہیں تو صرف ایک آیت اس کے برعکس ہے۔ مضمون اور متن کے لحاظ سے آخری آیت ان تینوں آیتوں سے زیادہ ہے۔ اور اگر پورے سورہ پر غور کیا جائے تو جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے اور اسی طرح جناب نوحؑ ، ھودؑ ، صالحؑ اور شمودؑ نامی پیغمبروں نے اپنی قوم کے مومنین کو خدا کی جانب سے ہونے والے عذاب کے ذریعہ نجات دلائی۔ اسی طرح ایرانی عوام کو امام خمینیؒ نے فرعون ونمرود جیسے ظالم وجابر شاہ رضاشاہ پہلوی کے ظلم وجور سے نجات دلاکر اسلامی جمہوریہ ایران کی بنیاد رکھی۔ امام خمینیؒ نہ پیغمبر ہیں اور نہ نبی اور نہ خدا کے بھیجے ہوئے نمائندے ہاں! خدا کے نیک بندے ضرور ہیں۔ وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ ایک ایسے شاعر بھی ہیں جس پر سورہ الشعراء کی آخری آیت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے ایمان بھی قبول کیا۔ اور اچھے اچھے کام بھی کئے اور کثرت سے خدا کا ذکر بھی کرتے رہے۔ اور جب ان پر ظلم ہوا تو بعد میں انھوں نے ظالم سے بدلہ بھی لیا اور آخر کاان کے دشمنوں کا انجام بھی زمانے نے دیکھ لیا۔

اگر ہم سرچشمہ ازلی کی جانب نگاہ کریں تو ہمیں حدیث قدسی کا سہارا لینا ہوگا۔ جس کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔

"کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف"

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے اس دنیا کو اپنی پہچان کے لئے پیدا کیا۔"

گویا انسان اللہ کی معرفت کے لئے پیدا کیا گیا۔ اسی لئے سورۂ اعلیٰ میں کہا گیا ہے۔ فذکران نفعت الذکری۔ اس کا ذکر فایدہ پہنچانے والا ہے گویا اس کا ذکر ہی سرچشمہ ازلی ہے۔ اور اس ذکر کے ساتھ دنیا کے تمام کام بھی انجام پائے جاتے ہیں کیوں کہ اس ذکر کے لئے انسان کا ہونا ضروری ہے اور انسان کی زندگی کے لئے اس دنیا کے تمام حادثات ولوازمات وانتظامات کا سلسلہ لازمی ہوگیا۔ گویا اللہ کا ذکر کرنا، اس کے نیک بندوں کی حفاظت

کرنا اور اس کے دشمنوں کو مٹانا ہی اصل کا رنامہ حیات ہے اور اس کارنامہ حیات کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے ماحول کو سازگار بنانا ہے۔ اور سازگار ماحول اس وقت خود بخود بن جاتا ہے جب اسلامی حکومت قائم کردی جائے۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد کم از کم اس نئے دور میں تنہا امام خمینیؒ کی ذات ہے جس نے خدا دشمنوں کو ذلیل بھی کیا ہے اور مٹایا بھی ہے۔ خدا کا ذکر کائنات میں عام بھی کیا ہے اور بڑی طاقتوں کو توحید کا پیغام بھیج کر اسلام کی دعوت بھی دی ہے اور ایران میں اسلامی حکومت کا نفاذ بھی کیا ہے۔ انکے اشعار میں اس سرچشمہ ازلی کا عکس ہر جگہ موجود ہے۔ یہاں صرف رباعیات میں اس خوبی کو تلاش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کیونکہ رباعی ہی ایسی صنف سخن ہے جس کے ذریعے عوام کو مخاطب کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مرثیہ گوشعرا نے عوام کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے ہمیشہ اسی صنف سخن کا سہارا لیا ہے۔ یہی وجہ کہ اردو ادب کے دو بڑے اہم شاعروں یعنی میر انیس اور مرزا دبیر نے سیکڑوں بند کا مرثیہ سنانے کے لئے اپنی مجلسوں کا آغاز ہمیشہ رباعی سے کیا ہے۔ اس طرح یہ صنف سخن اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں کم یاب ہوتے ہوئے بھی ایک کامیاب اور اہم صنف سخن ہے گذشتہ دونوں صدیاں ادبی مزاج کو برابر بدلنے کی صدیاں رہی ہیں۔ خصوصاً گذشتہ صدی نے تو انسانی شعور کے ارتقا میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ اس صدی میں جہاں سائنس نے اپنے کارنامے دکھائے ہیں اور انسانی زندگی کو آسان بنایا ہے وہیں بیسویں صدی انسانی شعور کے ارتقاء و بیداری کی اہم صدی بھی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب عام انسان حکومت کی لذتوں سے آشنا ہوا۔ اس عوامی بیداری میں عوام سے زیادہ چند قائدین زمانہ کا اہم کردار رہا ہے جن کی قربانیوں کے نتیجے میں گذشتہ صدی میں جتنے انقلاب برپا ہوئے ہیں اتنے انقلاب تاریخ عالم میں کبھی نمودار نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کو انقلاب کی صدی کہا جاتا ہے۔ اور جتنے قائد ورہبر اس صدی کو نصیب ہوئے اتنے کسی دور میں نمایاں نہ ہوسکے۔ جی ہاں! لینن، اسٹالین، جوہر، گاندھی، مجیب الرحمٰن، نیلسن منڈیلا، ماؤ زے تنگ،

سرسید، اقبال، مصطفےٰ کمال، جمال ناصر وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

انھیں اہم قائدین میں ایک ارفع و اعلیٰ نام امام خمینیؒ کا ہے جنہیں اس دور کے تمام انقلابی قائدین پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ اس فوقیت کی وجہ ان کی ہمہ جہت شخصیت اور عالمگیر اسلامی انقلابی فکر ہے۔ موصوف کے تمام پیغامات و اقوال ایرانیوں کے ساتھ ساتھ تمام عالم کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ اگر ایران میں اس انقلاب سے ایک ظالم و جابر حکومت کا خاتمہ ہوا ہے تو تمام دنیا کے لوگ اسی انقلاب سے متاثر ہو کر اتحاد و اتفاق کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ یہی اسلامی انقلاب تمام دنیا میں مشعل راہ بنا ہوا ہے اور ہر اس ملک میں جہاں مطلق العنان حکومتیں باقی رہ گئی ہیں اس انقلاب کی آہٹیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہاں ایک ایسے واقعہ کا ذکر بے جا نہ ہوگا جہاں ایک بار میرے ایک کمیونسٹ دوست، نے امام خمینیؒ کا ایک پیغام کو پڑھ کر کہا تھا۔ پیغام کچھ اس طرح تھا۔

”اے میرے نوجوانو! ایک ہاتھ میں ہتھیار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لے کر ظالموں سے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔“

یہ پیغام ایک مدت سے کافی جلی حروف میں میرے ڈرائنگ روم کی زینت بنا ہوا تھا۔ اکثر مہمان آکر اس سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے۔ لیکن جو نظر بال کی کھال نکالنے میں آج کمیونسٹوں کے پاس ہے وہ دوسری جگہ کم نظر آتی ہے لہٰذا ان دوست نے جو بریلی کالج میں ریڈر کے عہدے پر فائز ہیں اس پیغام کو کئی بار پڑھا اور اچانک اس طرح گویا ہوئے۔

”اس پیغام کو دیکھئے جس میں ایک ایرانی عالم یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ اے میرے ایرانیوں! یا اے میرے شیعو! یا اے مسلمانو!، یہ تو تمام عالم کے نوجوانو! کو مخاطب کرکے اسلام کی دعوت بھی دے رہا ہے اور ہمت و جرأت بھی بڑھا رہا ہے۔ یہ تو رضا شاہ کے ساتھ دنیا کے تمام ظالموں اور جابروں کو مٹانا چاہتا ہے انھیں ایران تک کیوں محدود رکھا گیا یہ تو تمام دنیا کے لیڈر ہیں۔“

حقیقت بھی یہی ہے کہ امام خمینیؒ تمام دنیا سے ظلم و استبداد کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک

دینا چاہتے ہیں ایک رباعی میں ان کے تیور دیکھئے۔

جمہوری اسلامی ما جاوید است
دشمن زحیات خویشتن نومید است
آن روز کہ عالم زستمگر خالی است
مارا وہمہ ستمکشان را عید است

مندرجہ بالا رباعی کے پہلے مصرعہ میں تو ایرانیوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ مصرع بھی اس وقت آفاقی اہمیت کا حامل بن جاتا ہے جب دوسرے، تیسرے اور چوتھے مصرع کا مرکزی خیال ہمارے سامنے آتا ہے۔

دشمن اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا ہے، جس دن اس دنیا میں کوئی ستم ڈھانے والا نہ رہے گا وہی دن ہمارے اور تمام ستم سہنے والوں کے لئے عید کا دن ہوگا۔

اب پہلے مصرع کے مفہوم پر غور کیجئے ہمارا اسلامی جمہوری نظام ہیشگی لئے ہوئے ہے۔ جاوید فقط ''جمہوری اسلامی ما'' ہے اور جاوید ہر شے نہیں ہوتی یہ ''جاوید'' اس لئے ہے کہ اس مشعل کی روشنی میں تمام عالم میں اسلامی انقلاب برپا ہونا ہے۔

جب تمام دنیا میں اسلامی انقلاب آجائے گا تو دشمن خود بخود اپنی زندگی سے نا امید ہوجائے گا۔ اگر آج دنیا کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ہر ملک اسلامی انقلاب سے خوف زدہ اور سہا ہوا ہے۔ اگرچہ اسلامی انقلاب کے علاوہ بھی جو انقلاب کے طریقے رونما ہوئے ہیں وہ اسلام کے نام پر غیر اسلامی سلسلے ہیں جو کسی نہ کسی دن اصل اسلامی انقلاب میں تبدیل ہوجائیں گے۔ کیوں کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے تو ان انقلابوں میں سلامتی کے پہلو کا موجزن ہونا ضروری ہے۔ اور سلامتی میں وہ اسلحہ ہے جو بیکسوں کی مدد کرتا ہے اور ظالموں کو تہ تیغ بھی کرتا ہے اس طرح جب دنیا میں اسلامی انقلاب برپا ہوجائے گا تو دنیا ستمگروں سے خالی ہوجائے گی کیوں کہ آئین اسلام میں ظلم وستم کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے وہ دن

مخلوق خدا کے لئے عید کا دن ہوگا۔

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مذہبی تیوہاروں اور خوشیوں کے علاوہ ہر ملک میں ہی قومی یا ملی عید کا اہتمام بھی اسی طرح کیا جاتا ہے جیسے مذہبی خوشیوں کا مثلاً ہمارے ملک ہندوستان میں ۱۵؍اگست اور ۲۶؍جنوری یوم آزادی ہونے کی وجہ سے عید کا دن ہے اور اس موقع پر ملک گیر پیمانے پر جشن منایا جاتا ہے۔ یہ رسم بھی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ایران میں ہی صدیوں سے اس طرح کی ایک عید منائی جاتی ہے یہ جب فریدوں نے ضحاک پر فتح حاصل کی تو ظلم و بربریت کا دور ختم ہوگیا اور اس یاد کو ہمیشہ منانے کے لئے ''عید مہرگان'' کا اہتمام کیا گیا ۔ چنانچہ ایران میں ہر سال عید مہرگان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس دن شاہ ایران کے ظلم وستم سے نجات پائی گئی تو جمہوری جشن وعید کا اہتمام ۱۱؍فروری کو ہونے لگا۔ مختصراً یہ کہ امام خمینیؒ صرف ایران کے ظالموں اور ستمگروں کو ختم کرنے کی بات نہیں کرتے بلکہ

ع عالم زستمگر خالی است

کے تمنائی ہیں وہ دنیا کو ستمگروں سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور یہی وہ پیغام ہے جو انھیں دنیا کے قائدین پر فوقیت بخشتا ہے۔

یوں تو امام خمینیؒ ایک ہی وقت میں شجاع ، جرأت مند، سخی، فلسفی، شاعر ، ناقد ، مفکر ، مدبر، مقرر ، مفسر اور سچے قائد ہیں۔ موصوف کی علمی استعداد کا اندازہ تو ان کی سیکڑوں تحریروں سے ہوتا ہے۔ یہاں راقم کا موضوع سرچشمہ ازلی شعر امام ہے اور شعر میں رباعیات سے متعلق ہے۔ رباعی، شاعری کی ایک اہم اور مشکل صنف ہے۔ امام خمینیؒ نے شعر کے تمام اصناف پر مثلاً حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، فلسفہ، سمط، ترجیع بند وغیرہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ رباعی کے علاوہ ہر صنف سخن پر علم عروض سے ناواقفیت کے بعد بھی طبع آزمائی کی جاسکتی ہے لیکن رباعی کہنے کے لئے شاعری کے تمام رموز سے واقف ہونا لازمی ہے ۔ اس علم کے بے پایاں ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ''دیوان امام'' کو مرتب کرنے والے

بھی اس راہ میں ٹھوکر کھاتے نظر آتے ہیں اور رباعیات امام کی صحیح تقطیع کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں ۔ یہاں مثال کے طور پر صرف صفحہ ۳۹۹ پر درج ایک رباعی کے وزن پر بحث کی جا رہی ہے۔

''طریق

فاطی که طریق ملکوتی سپرد
خواہد زمقام جبروتی گذرد
ھزج مثمن اخرب مقبوض مکفوف مجبوب
مفعول / مفاعلن / مفاعیل / فعل
- U / U - - U / - U - U / U - -
رباعی / ۲ بیت / عراقی
شعبان ۱۴۰۴/۱/اردیبہشت ۱۳۶۳

قافیہ: سپرد، گذرد...
''ر'' حرف روی''

''دی'' حرف وصل
ہنر شعری وبلاغی : مراعات نظیر''

مکمل رباعی اس طرح ہے۔

فاطی که طریق ملکوتی سپرد
خواہد زمقام جبروتی گذرد
نابینائی است کو زچاہ ناسوت
بی راہنما بسوی لاہوت رود

دیوان امام ص ۲۰۲

مندرجہ بالا تقطیع نامناسب اور غیرفطری ہے جس میں رکن اول، فاطی کہ، مفعول درست ہے لیکن رکن دوم، سوم و چہارم ۔ طریق ملکوتی سپرد' مفاعلن مفاعیل فعل کے وزن کے متقاضی نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر رکن دوم طریق فعل' مفاعلن ہوگا تو رکن سوم کا آغاز ''کوتی'' سے ہوگا جہاں کسی صورت وتد مجموع کی گنجائش نہیں رہتی اور یہ رکن ''مفعول کا متقاضی ہوجاتا ہے گویا مفعول مفاعلن'' مفعول یا مفعولن'' تیسرے رکن میں آتا ہے جو رباعی کے کسی بھی وزن میں موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ تقطیع غلط قیاس پر مبنی ہے چوتھے رکن کا دارومدار بھی تیسرے رکن پر ہوتا ہے جب تیسرا رکن غلط تقطیع کیا جائے گا تو چوتھا رکن خود بخود غلط ہوجائے گا۔ دراصل یہاں صاحب تقطیع نے طریق کے اصناف پر غور نہیں کیا۔ اورصرف ۱۹ حروف پر رباعی کی تقطیع کرڈالی رباعی کی تقطیع کے لئے ضروری ہے کہ رباعی میں ۲۰ یا ۲۱ حروف ہوں نہ اس سے کم نا اس سے زیادہ کی کوئی گنجائش ہے۔ ایک حرف کی کمی نے اس تقطیع کو غیر فطری بنادیا ہے ۔ یہاں ایک نکتہ کی بات یہ بھی ہے کہ ابھی تک کسی عروض کی کتاب میں یہ نکتہ واضح بھی نہیں کیا گیا ہے۔ صرف ارکان اور زحاف کے ناموں سے ہی رباعی کی شناخت رہی ہے۔ اب اس رباعی کا اصل وزن ملاحظہ کیجئے۔

ق

فاطی کہ	طریقے	ملکوتی	سپرد
مفعول	مفاعیل	مفاعلن	فع

اور یہ پہلی تقطیع کی طرح ''ملکوتی'' کے ل کو متحرک نہ کر کے صرف ساکن پڑھیں یعنی

"ملکوتی" جیسا کہ صاحب تقطیع نے "طری قمل" مفاعلن ل کوساکن کیا ہےتو یہ تقطیع اس طرح کی جائے گی۔

فاطی کہ طری تے مل کوتی ش پرد یا کوتی سپ رد
مفعول مفاعیلن مفعول فعل مفعلون فع

اس طرح طریق کے ق کی اضافت کو بلند آہنگ کے ساتھ پڑھنے پر کئی وزن سامنے آتے ہیں اور سارے وزن ۲۴ اوزان کے دائروں میں ہیں یہ وزن ہیں۔

۱۔ مفعول مفاعیلُ مفاعیلن فع
۲۔ مفعول مفاعیلن مفعولن فع
۳۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعل
۴۔ مفعول مفاعیلُ مفاعیل فعل

اس غلط وزن کے علاوہ قوانی میں بھی سپرد گذرد اور رودکی بناپر "ر" حرف روی کسی صورت نہیں ہوسکتا کیونکہ رود میں سپرد اور گذرد کی طرح درمیان میں "ر" ہے ہی نہیں اور رباعی میں حرف روی کا فیصلہ تینوں قوانی کی رو سے کیا جائے گا نہ کہ صرف مطلع سے اور جب حرف روی "ر" نہیں ہے تو اب "د" حرف وصل بھی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا حرف روی حرف "د" ہے اور حرف وصل یہاں کوئی حرف نہیں ہے نہ کہ اس کی کوئی گنجائش ہے۔ اور عروض کا ایک یہ واضح عمل ہے کہ اگر کسی لفظ میں تین متحرک متوازی حروف ہیں تو دوسرا متحرک حرف ساکن کیا جاسکتا ہے۔ اور اکثر یہی عمل کیا بھی جاتا ہے جیسا کہ صاحب تقطیع نے "ملکوتی" کے "ل" کو ساکن کرکے کیا بھی ہے اور یہی عمل

ع خواہد زمقام جبروتی گذرد

پر بھی صادق آتا ہے جہاں "جبروتی" کی ب کو ساکن کرنے کا عمل ظاہر ہوا ہے حالانکہ رباعی میں "ب" کو مفتوح ہی لکھا گیا ہے۔

اس بحث سے صرف رباعی کے وزن کی پیچیدگی ظاہر کرنا اور ان اوزان پر امام خمینیؒ کی شاعرانہ وعروض دسترس کو ثابت کرنا مقصود تھا۔ اس عروضی بحث کا بنیادی مقصد رباعی کے وزن کی پیچیدگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ امام خمینیؒ غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت کے حامل تھے اور علم عروض پر انھیں بڑی قدرت حاصل تھی۔ رباعی تنہا ایک ایسی صنف سخن ہے جس کے چاروں مصرع اس کے ۲۴ اوزان میں سے چار جداگانہ یا یکساں وزن میں لکھے جاسکتے ہیں۔ خمینیؒ صاحب نے یہ فائدہ بھی اپنی رباعیات میں خوب اٹھایا ہے۔

امام خمینیؒ کے دیوان میں عنوانات کے ساتھ ۱۱۷ رباعیاں موجود ہیں۔ وہ ایک عرفانی شاعر ہیں اور فارسی روایت کے مطابق ان کی یہ شاعری عرفانی ادب میں ایک اہم اضافہ ہے جس پر ناقدین اور ماہرین ادب کے مضامین برابر پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی امام خمینیؒ پر مقالات تحریر کئے جارہے ہیں لیکن یہ سارا کام ان کی غزلیات ہی تک محدود ہے جبکہ اکثر رباعیاں بھی اسی طرح توجہ کی طالب ہیں یوں تو یہ رباعیاں عرفانی افکار سے پر ہیں لیکن ان رباعیات میں ازلی عالمی وآفاقی پیغام بھی موجود ہے جن کے ذریعے تمام عالم تک یہ پیغام نشر ہوتا رہے گا اور اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی رہیں گی۔

اس پیغام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں عورتوں کی اہمیت کا بھی خوب اعتراف کیا گیا ہے۔ جس طرح پیغمبرؐ اسلام نے اپنی بیٹی کو اپنا جزو بتا کر تمام عالم کی عورتوں کے سامنے ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو رہتی دنیا تک مشعل راہ بنا رہے گا۔ امام خمینیؒ نے بھی حضورؐ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے جو پیغام تمام مستورات تک پہنچانا تھا اس کا ذریعہ اپنی بیٹی کو بنایا۔ وہ اپنی بیٹی ”فاطمہ“ کو پیار میں ”فاطی“ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور اس رباعی میں جہاں جہاں فاطمہ کو مخاطب کیا ہے ”فاطی“ کہہ کر ہی مخاطب کیا ہے اس پیار سے پکارے جانے والے نام میں بھی یہ راز مضمر ہے کہ بیٹی کو ”پیار“ اور محبت سے یاد کرنا چاہئے یہاں نفرت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آج جبکہ دنیا کے زیادہ تر ممالک مطلق العنان ستمگر بادشاہوں کے چنگل سے آزاد ہوکر جمہوری نظام کا جزبن چکے ہیں اور بن رہیں اور جہاں کہیں شاہی حکومت ہے وہاں تاناشاہی اور ظلم واستبداد کا بازار گرم ہے اور لوگ غلاموں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ تحریکیں اٹھتی ہیں، قیدوبند کے مصائب برداشت کیئے جارہے ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں آزادی کی لڑائی جارہی ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جو مغربی ممالک جمہوری نظام کے پاسبان بنے ہوئے ہیں انھیں کی کمک پر یہ مطلق العنان حکومتیں بھی قائم ہیں۔ ایسے ہی 'دبے' کچلے ہوئے عوام کو بیدار کرنے کے لئے امام خمینیؒ کی رباعیاں جرأت وشجاعت کا منبع بنی ہوئی ہیں ان رباعیات کے ذریعہ امام خمینیؒ نے اسلامی جمہوریت اور انقلاب کو محض ایران کی سرحدوں تک ہی محدود نہ رکھ کراسے عالمگیر بنانے کی کوشش کی ہے۔

جمہور ما نشانگر اسلام است
افکار پلید فتنہ جویان خام است
ملت بہ رہ خویش جلوی تازد
صدّام بدست خویش در صد دام است

امام خمینیؒ نے اپنی اس رباعی میں اس بات کی طرف واضح اشارہ کیا ہے کہ ہمارا جمہوری نظام اسلامی اصول واحکام پر مبنی ہے اور اس کے خلاف جوبھی پروپگنڈہ کیا جارہا ہے وہ فاسد اور فتنہ طلب جماعتوں کی کرتوت ہے۔ عراقی حکمراں صدام خود اپنے ہی جال میں گرفتار ہے اور ملت اسلامیہ اپنی اسلامی راہ وروش پر پیش قدم ہے۔ جی ہاں ! ساری دنیا نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ صدام نے جس ہتھکنڈے کے ذریعہ اسلامی جمہوریت کی نابودی کا خواب دیکھا تھا وہی ہتھکنڈہ خود اس کی نابودی کا باعث قرار پایا اور وہ عرب حکمراں جن کی مدد سے ایرانی عوام پر بمباری کے لئے مہلک اسلحوں کی خریداری کی گئی تھی وہ خاموش تماشائی کی طرح یہ دیکھ رہے تھے کہ بغداد اور عراق کے دوسرے شہر خوفناک بمباری جھیل

رہے ہیں اور صدام پوری طرح معدوم ہو چکا ہے۔

دوسری رباعی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

این عید سعید اسعد باشد
ملت بہ پناہ لطف احمد باشد
بر پرچم جموری اسلامی ما
تمثال مبارک محمد باشد

اسلامی انقلاب کی کامیابی کا دن جشن عید سے کم نہیں ہے بلکہ یہ عید سعید، اسعد ہے یہاں ''اسعد'' یعنی سب سے نیک عید ہے کیونکہ یہ عید ایرانی ظالم حکمرانوں کے سائے میں نہ ہوکر تمام ملت کے لئے مرسل اعظم کی پناہ و رحمت میں ہوگی اور ہماری جمہوریت کا پرچم رحمۃ للعالمین کے اسم مبارک سے مزین ہوگا۔

زبان وبیان کے اعتبار سے سبھی رباعیاں سبک عراقی کی نمایندگی کرتی نظر آتی ہیں جن میں نہ مضمون کی پیچیدگی ہے اور نہ مشکل الفاظ ومشکل تراکیب کی بھرمار بلکہ ایک پیغام ہے جو سادہ الفاظ میں ملت کے سپرد کیا گیا ہے جس میں شگفتگی اور زور بیان کے ساتھ دلوں پر اثر کرنے والا تاثر بھی موجود ہے۔ اور سیدھا خدا سے رابطہ رکھنے کی لگن بھی ہے۔

ای یاد تو مایہ غم و شادی من
سروقد تو نہال آزادی من
بردار حجاب از رخ و رو بگشان
ای اصل ہمہ خراب وآبادی من

اے پروردگار تیری یاد ہی میری خواہش وغم کا سرمایہ ہے تیرا خیال ہی میری آزادی کا شجر ہے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر اپنا جلوہ دکھا کیوں کہ تو ہی برباد آور آباد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

ای شادی من غصہ من ای غم من
ای زخم درونِ من و ای مرہم من
بنما نظری بذرّہ ای بی مقدار
تا برسر آفاق رود پرچم من

مختصر طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام خمینیؒ کی رباعیوں کے مضامین میں ایک سرچشمہ ازلی ہے ان رباعیوں کو جو جتنی لگن اور روح کی گہرائی میں ڈوب کر پڑھنے کی جستجو کرتا ہے اتنا ہی زیادہ سیراب ہوتا ہے۔ وہ اپنی خوشی اور اپنا غم، غصہ، اندرونی زخم اور اس کا مداوا سب اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اگر توفیق خداوندی شامل حال ہوجائے تو ان کا اسلامی انقلاب، جو امن وسلامتی اور انسان دوستی کا ضامن ہے، ساری دنیا پر سایہ فگن ہوجائے۔

* * *